© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

دیوبند ہو یا کوئی اور ادارہ اور درس گاہ۔ بہر حال جہاں کہیں بھی چراغ سے چراغ روشن رہا اور از سلف تا خلف نامور علماء و فضلا پیدا ہوتے رہے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ رہی ہو کہ شاگرد نے مدرسہ سے رسمی طور پر سندِ فراغ حاصل کرنے کے بعد بھی باکمال استاذ کی صحبت و معیت میں (جس کو متقدمین کی اصطلاح میں ملازمتِ شیخ کہتے ہیں) برسوں گذارے ہیں موٹا جھوٹا کھا پہنکر گذارہ کیا ہے اور استاد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت رہ کر اپنا علمی ذوق پختہ اور ہموار کیا ہے علوم و فنون کا مطالعہ کیا ہے۔ ان میں دقّتِ نظر اور بصیرت پیدا کی ہے۔ یہاں تک کہ سالہائے دراز کی محنت و ریاضت کے بعد وہ اس لائق بن گیا ہے کہ اگر ضرورت ہوئی تو اس نے استاد کی جانشینی کا حق ادا کیا ہے۔ راقم الحروف کو دار العلوم دیوبند کا تجربہ ہے۔ حضرتنا الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہؒ کا عہدِ میمنت عہد تھا اللہ اکبر! یہ کیا مبارک دور تھا جس میں حضرت شاہ صاحب کے علاوہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی۔ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی۔ مولانا محمد اعزاز علی مولانا محمد ابراہیم بلیاوی۔ مولانا رسول خاں۔ مولانا عبد السمیع۔ مولانا سراج احمد رشیدی علم و فضل تدبر و سیاست تقویٰ و طہارت اور شریعت و طریقت کے آسمان کے سب ہی چاند تارے ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ اس دور میں ہزاروں ہی طلبا فارغ التحصیل ہو کر دار العلوم سے نکلے اور عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔ لیکن ان سب میں علم و فضل کے اعتبار سے آج جن کو ہندو پاکستان میں نمایاں امتیاز حاصل ہے اور جن کو ان کے علمی کارناموں کی وجہ سے ملک کا نامور اور جید عالم سمجھا جاتا ہے وہ کون ہیں؟ مولانا سید مناظر احسن گیلانی۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی مولانا بدر عالم۔ مولانا حفظ الرحمٰن۔ مولانا عتیق الرحمٰن عثمانی۔ مولانا محمد طیب۔ مولانا محمد یوسف بنوری یہ سب وہ حضرات تھے جو مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد بھی برسوں تک دار العلوم میں لا ان میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض وہ ہیں جو دیوبند اور ڈابھیل دونوں جگہ رہے ہیں اور بعض وہ ہیں جو صرف دیوبند یا صرف ڈابھیل میں رہے ہیں) پڑے رہے اور حضرات اساتذہ سے عموماً اور حضرت شاہ صاحب سے خصوصاً استفادہٗ علمی کرتے رہے ہیں، اللہ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے مولانا حبیب الرحمٰن کو۔ نہایت مدبر اور بے انتہا دور اندیش تھے اور ساتھ ہی مدرسہ سے عشق رکھتے تھے۔ وہ ہونہار طلبا پر برابر نگاہ رکھتے تھے اور انہوں نے ایسے طلبا کی مزید تعلیم و تربیت کے لئے "معین المدرسین" کے نام سے ایک مستقل شعبہ قائم کر رکھا تھا۔ یہ ہونہار طالب علم جہاں درسِ نظامی سے فارغ ہوا اور مولانا مرحوم نے پچیس ۲۵ تیس ۳۰ روپے اور مطبخ کا کھانا مقرر کر کے اس کو اس شعبہ میں لے لیا۔ اوپر جن حضرات کے نام لئے گئے ہیں یہ سب معین المدرس رہ چکے ہیں۔ ان کا کام یہ تھا کہ تین چار سبق ادنیٰ اور متوسط درجہ کے پڑھاتے تھے اور اس کے علاوہ سارا وقت اس طرح گذارتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب کے ہاں بخاری کا مسلسل سماع کر رہے ہیں۔ صبح و شام حضرت شاہ صاحب کی علمی مجلسوں میں پابندی سے شریک ہو رہے ہیں جن میں مختلف علمی و دینی مسائل پر مذاکرہ ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب ہیں کہ علوم و فنون اسلامیہ کے موتی لٹا رہے ہیں۔ چار کا دور چل رہا ہے۔ اکڑوں بیٹھے ہیں چار کی پیالی منھ کو لگی ہوئی ہے یا پان چبا رہے ہیں اور اپنی میخانہ بردوش آنکھوں کو گھما گھما کر تقریر فرما رہے ہیں۔ حافظ ابن حجر۔ ابن دقیق العید۔ حافظ ابن تیمیہ۔ حافظ ابن قیم۔ غزالی۔ رازی۔ جنید و شبلی۔ تفتازانی و زمخشری سب کا ہی تذکرہ ہو رہا ہے اور ہر ایک مسئلہ زیر بحث پر دادِ تحقیق دی جا رہی ہے خود کتابوں کے حوالے دیتے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ان حوالوں کی طرف مراجعت کرنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ نماز عصر کے بعد حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی اور مغرب کے بعد حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہما کے ہاں روزانہ باقاعدہ نشست ہوتی تھی۔ یہ حضرات ان مجلسوں میں بھی پہونچتے تھے اور ان سے مکمل استفادہٗ کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ آج ملک کے سامنے موجود ہے۔ اس طرح یہ صحبتیں اور مجلسیں کیا تھیں ایک بھٹی تھیں کہ مسِ خام بھی اس میں پڑا تو کندن بن کے نکلا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کی سیرتیں بھی بنیں اور علمی ذوق بھی پختہ ہوا۔ ان کی زندگیاں دین کے رنگ میں رنگی گئیں اور اسلامی مسائل و مباحث پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی نگاہ تحقیقی کبھی ہو گئی۔

آج مدارس عربیہ پر شدید ترین انحطاط و تنزل کا جو دور طاری ہے اور علمی و دینی دونوں اعتبار سے حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے اس کا سب سے بڑا اور اہم سبب یہی ہے کہ اب صحبتِ شیخ کا یہ دستور باقی نہیں رہا۔ طالب علم فارغ التحصیل ہوا اور کھانے کمانے کے لئے مدرسہ سے نکل گیا۔ درسِ نظامی کی تکمیل علوم و فنون کے آئندہ مطالعہ کے لئے صرف ایک استعداد پیدا کرتی ہے گویا یہ خود کوئی مقصود نہیں ہے بلکہ حصولِ مقصد کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی شخص اسی کو مقصد سمجھ کر اپنی طلب علم کی جدوجہد کو اسی پر ختم کردے اور اس کو اس استعداد کے پروان پڑھانے اور اس سے کام لینے کا موقع نہ ملے تو ایسا شخص ہرگز صحیح معنی میں عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ عالم وہی ہے جو اپنی حاصل کردہ استعداد سے کام لے کر اپنے علم میں برابر اضافہ کرتا رہے اور درس و مطالعہ کے ذریعہ مسائل و مباحث میں پختہ اعتقادی اور تحقیقی نظر پیدا کرنے میں ساعی رہے۔

آج کل اقتصادی زبوں حالی عام ہے اور اب وہ پہلی سی ہمت اور حوصلہ بھی نہیں ہے اس بنا پر معیاری علما پیدا کرنے کے لئے لامحالہ نئے طریقے اور ان طریقوں میں نئی قسم کی کشش پیدا کرنی ہوگی۔ انہی سب باتوں کے پیشِ نظر ہم نے گذشتہ نظرات میں تجویز کی تھی کہ دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء ایسی عظیم درسگاہوں کو چاہئے کہ وقت کی نزاکت اور حالات کے مطالبہ کا احساس کریں اور جہاں وہ لاکھوں روپئے درسِ نظامی کی تعلیم و تعلّم پر خرچ کر رہے ہیں ان کو ایک معتدبہ رقم ذی استعداد اور ہونہار فارغ التحصیل طلبا کی مزید تعلیم و تربیت پر خرچ کرنی چاہئے تاکہ ملک میں معیاری علما اور ماہرینِ علوم و فنون اساتذہ کا قحط نہ ہونے پائے اور جب کبھی کسی مدرسہ یا کسی ادارہ میں کوئی پرانی مسند خالی ہو تو وہ خالی ہی نہ پڑی رہے۔

تصحیح

گذشتہ سے پیوستہ پرچہ میں آتم صاحب کی جو غزل شائع ہوئی ہے اس کے آخری شعر کا دوسرا مصرعہ یوں پڑھا جائے گا۔ نظر تیری بہ اندازِ کلیمانہ نہیں اٹھی۔

© rasailojaraid.com